تحریک عظمت صحابہ لکھنؤ کا دینی دعوتی وانقلابی ترجمان

ماہنامہ

الرشید

لکھنؤ

جلد ۱ | ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۴ | شمارہ ۱

مدیر
حافظ محمد فیض رشید لکھنوی

تحریک عظمت صحابہ لکھنؤ کا دینی دعوتی و انقلابی ترجمان

الرشید لکھنؤ

جلد ۱ | ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۴ | شمارہ ۱

مدیر
فیض رشید لکھنوی
(6307156950)

معاون مدیر
محمد انس قمر بانگرموی
(94156 83541)

خط و کتابت کا مکمل پتہ

TAHREEK E AZMAT E SAHABA LKO UP INDIA
ALMAS BAGH DUBAGGA LUCKNOW -26003.UP INDIA
EMAIL. TAHREEKAZMATESAHABALKO@GMAIL.COM

فہرست

گوشہ جات	عناوین	مضمون نگار	نمبر شمار
حمد باری تعالیٰ	رب کریم میرے	صاحبزادہ حسین محی الدین	۴
نعت نبیؐ	امام الانبیاء آئے	مولانا ڈاکٹر مہدی حسن خان فہمی ندوی	۵
تعارف	الرشید	فیض رشید لکھنوی	۶
آواز الرشید	ماہ ربیع الاول کی حقیقت	مدیر کے قلم سے	۷
درس قرآن	ہمارے عمل میں تضاد کیوں	اظفر منصور	۱۰
درس حدیث	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے	از افادات علامہ محمد قطب الدین دہلویؒ	۱۲
گوشۂ سیرت	مختصر سیرتِ پاک تاریخ کے آئینہ میں	رضی اللہ قاسمی خیر آبادی	۱۳
سیرت صحابہ	مہاجرین وانصار کے متبعین	مولانا عبد العلیم صاحب فاروقیؒ	۲۰
اتباع رسول	شکل عاشق سے معشوق بے زار ہے	فہد عبد المعید قاسمی	۲۳
حالات	سیرت نبوی اور امت کی بیٹیاں	محمد عمار سنت کبیر نگری	۳۲
حالات	اسلام اور امن عالم	احمد عبید اللہ	۳۴
احکامات	عمرہ کے احکام اور اس کا طریقہ	مولانا محمد معراج قاسمی	۴۰
تعلیمات	قانون شریعت سراپا رحمت	انس قمر بانگرموی	۴۳
حالات	وقف کے خلاف الزامات وجوابات	مولانا نیاز احمد فاروقی	۴۶

مضامین کی اشاعت کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ فرمائیں:

6307156950, 8881336463

رب کریم میرے

صاحبزادہ حسین محی الدین

ہر پھول کے بدن میں، کلیوں کے بانکپن میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

کلیوں کی دلکشی میں، سورج کی روشنی میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

گفتار مصطفے میں کردار مصطفے میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

ہر شام آرزو میں، ہر صبح جستجو میں
مخفی ہے ذات تیری رب کریم میرے

ہر شخص بے ردا میں، ہر صاحب غنا میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

بدر و حنین و خیبر، صفین و کربلا میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

ہر حسن کی جفا میں، ہر عشق کی وفا میں
مخفی ہے ذات تیری، رب کریم میرے

امام الانبیاء آئے

مولانا ڈاکٹر مہدی حسن خان فہمی ندویؔ

استاذ فقہ وعربی ادب، معہد الفردوس الرحمانی دوبگا لکھنؤ

خدا رکھے ہدایت کو امام الانبیاء آئے
زمانے کی امامت کو امام الانبیاء آئے

فرشتوں کی جماعت ہو کہ انسانوں کی محفل ہو
دو عالم کی حمایت کو امام الانبیاء آئے

کوئی لوٹا نہیں مایوس جو پہونچا ہے چوکھٹ پر
کچھ ایسی بادشاہت کو امام الانبیاء آئے

ہماری نیک بختی اور سعادت کا جو محور ہے
لیے حق کی سقایت کو امام الانبیاء آئے

ہماری زندگی بے نور تھی بے رنگ تھی لیکن
فروغ نور و نکہت کو امام الانبیاء آئے

انوکھا سلسلہ ہے حضرت آدم سے عیسیٰ تک
رسالت کی نہایت کو امام الانبیاء آئے

....

الرشید

فیض رشید لکھنوی

الرشید ایک ماہنامہ رسالہ ہے جو کہ تحریک عظمت صحابہ لکھنؤ کی ترجمانی کے لیے جاری کیا گیا ہے اس سے پہلے بھی اس تحریک کی جانب سے رسالے شائع کیے گئے جسکے پانچ شمارے نکل پائے لیکن کچھ دقتوں کی وجہ سے وہ بند ہو گئے لیکن اب اسے ایک ماہنامہ کی شکل دی گئی ہے اور اس کا نام الرشید رکھا گیا ہے۔

یوں تو دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے ایک کڑی اس کی اسلامی رسائل بھی ہے، قوم کے نوجوانوں کو بیدار کرانا سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگانا، آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے ہم اس سے ناواقف ہیں ہمارے ہاتھوں ہر وقت موبائل ہے پھر بھی ہم دنیا کی خبروں سے اور اسلامی چیزوں سے ناواقف ہیں، اس موبائل کے ذریعے ہمارے دین و ایمان کو خطرہ ہے ایک مرتبہ مولانا سید بلال عبد الحئی حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) نے ندوۃ العلماء کے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ یہ موبائل جو آج ہمارے پاس ہے اس کے فوائد انتہائی کم اور نقصانات زیادہ ہیں یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں۔

بہر حال اس رسالے کا مقصد قوم و ملت کو بیدار کرنا ان کو ان کی شخصیت سے واقف کرانا، دین و اسلام کی باتیں ڈیجیٹل طریقے سے ان تک پہنچانا ہے۔

آپ اس رسالے کو پڑھ کر اس سے استفادہ کریں اور اس کی نشر و اشاعت میں ہمارے معاون بنیں۔

یہ رسالہ ان شاء اللہ اسلامی کیلنڈر و قمری تاریخ کے اعتبار سے ہر مہینہ پابندی سے نکلے گا

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

ماہ ربیع الاول کا تقاضا

مدیر کے قلم سے

اسلامی و قمری کیلنڈر کے اعتبار سے ربیع الاول کے اس تیسرے مہینے کو حضور پاک ﷺ سے خاص نسبت حاصل ہے، ماہ ربیع الاول نبی کریم سرور کائنات ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کا بھی مہینہ ہے اور اس دنیا سے پردہ فرمانے کا بھی، اور اسی مہینے میں ہجرت مدینہ کا واقعہ بھی پیش آیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی وجہ تخلیق کائنات ہے، آپ کے طفیل میں دنیا کا وجود پیش آیا کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اے ہادئ کل اے ختم رسول اے شاہ امم اے سرور دیں
تو صبح ازل تو شام ابد کونین میں تجھ سا کوئی نہیں
یہ خشکی و دریا تیرے لیے یہ گلشن و صحرا تیرے لیے
ہوتا نہ جو تو اے فخر بشر واللہ نہ ہوتے اہل زمیں

قارئین! اس ماہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس میں کثرت سے درود پاک ﷺ کا ورد ہوتا، آپ کی حیات طیبہ کے گوشے عام کئے جاتے، خدمت خلق میں کثرت ہوتی، مگر صد حیف کہ آج اس مہینے میں کثرت درود کے بجائے بدعات و خرافات عام ہو رہی ہیں، وہ رسم و رواج جڑ پکڑ رہے ہیں جس کا نبوی و اسلامی تعلیمات سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ یہ جلوس نکالنا، گانے بجانا، راہگیروں کو تکلیف دینا کیا نبی نے کرنے کو کہا؟ یا صحابہ نے کیا؟ یا ان کے بعد والوں نے؟ ہمیں خیر القرون کے زمانے میں اس کا ثبوت کہیں سے نہیں ملتا

البتہ جو ایسا کرتے ہیں وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ عزوجل نے قران کریم میں ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۶﴾ سورہ نحل ،پ:۱۴ ،ص:۲۷۲

اور ہم نے ہر گروہ میں پیغمبر بھیجا، تاکہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، تو ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض کو گمراہی ثابت ہوئی، زمین پر چلو، پھرو، اور دیکھو کہ جھٹلانے والے کا کیا انجام ہوا۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد یوں ہی نہیں چھوڑا بلکہ جس طرح انسان کے جسم کو تندرست رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، اس سے کہیں زیادہ زندگی کے موڑ پر کسی رہبر کی ضرورت پڑتی ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے نبی کو پے در پے بھیجا، نبی کا قول و عمل ہی شریعت ہے یہ تو عقل سے ہٹ کر بات ہے کہ نبی نے ربیع الاول کے موقع پر خوشی منانے کا حکم نہیں دیا اور ہم آج اس کو شریعت اور ثواب کا کام سمجھ کر بڑے دھوم دھام سے منا رہے ہیں، اور نہ ہی آپ ﷺ کے خلفاء راشدین نے اور ان کے بعد والے دیگر حضرات نے بھی اسے نہیں منایا اور نہ ہی اس کو منانے کا حکم دیا۔

تو آج ہم کیوں ایسا کرتے ہیں؟ ربیع الاول کے مہینے میں اگر کرنے والا کوئی کام ہے تو وہ ذکر محمد مصطفی ﷺ ہے، آپ پر کثرت سے درود بھیجنا ہے، لیکن آج ہمارے یہاں اس کا بھی رواج ختم ہو گیا،

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

یاد رکھیے گمراہی تک ہمیں شیطان لاتا ہے، اور ہمیں جہنم کے لیے نوالہ بنا دیتا ہے، شیطان انسانوں کے سامنے بدعات وخرافات کو مزین کرکے پیش کرتا ہے، قرآن مجید سے اسکا ثبوت کچھ یوں ملتا ہے کہ

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ

پ۸،ص۱۔

لہذا موجودہ وقت میں یہ ساری چیزیں شیطانی حملوں میں سے ایک بڑا حملہ ہے، جو کہ جہنم تک لے کے جاتا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی آنکھوں کو کھولیں، اور دین اسلام کو پہچانیں، اس کو اہل علم سے سیکھیں، اور اسی کے مطابق عمل کریں۔

۰۰۰وما علينا الا البلاغ۰۰۰

ہمارے عمل میں تضاد کیوں

اظفر منصور

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞

ترجمہ: اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اسلام جو کہ پورا نظام حیات ہے، اس نے ہر ہر مرحلے میں اپنے پیروکاروں کی مختلف ناحیہ جات سے رہنمائی کی ہے، اور پابند بنایا ہے کہ وہ ہر قیمت میں شعائر اسلام پر عمل کے لیے تیار رہیں، یعنی ایک حقیقی مسلمان مجسم مقتدی ہے، دین و اسلام اس کا راستہ ہے، نبی و خدا اس کا مقتدیٰ ہے، یہ اپنی زبان سے جو نکالتا ہے دراصل وہ قرآن و حدیث کی بات ہوتی ہے، جو کرتا ہے وہ صحابہ و تابعین کا عکس جمیل ہوتا ہے، مسلمان کا قول اس کے عمل کی تائید کرتا ہے، اور عمل و کردار قول کی تائید کرتا ہے، وہ اس لیے کہ

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ یعنی اس کا پروردگار سخت ناراض ہوتا ہے ایسے لوگوں سے جن کا قول تو کچھ ہوتا ہے اور عمل کچھ اور، جن کی جبینیں کثرتِ سجود سے تختۂ سیاہ تو بن جاتی ہیں مگر دل صنم آشنا ہی رہتے ہیں، جو اپنی نمازوں میں وہ شباب کی کیفیت نہیں پیدا کرتے کہ کہیں آستین سے بتوں کی لڑیاں دھڑا دھڑ نہ گر جائیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے کہ اللہ ان سے بیزار و لاتعلق ہے۔

قارئین !

اس وقت ہمارے سامنے کئی ایسے نمونے موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے قول و عمل میں اس قدر تضاد پیدا ہو گیا ہے کہ گویا "وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود"۔ یہاں پر ایک نکتہ ذہن میں رکھنا مناسب ہو گا کہ ہمارے قول و عمل میں تضاد اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے پاس علم ہو، کہ ہم نے وہ علم لوگوں تک تو پہنچا دیا مگر خود اس پر عمل کر کے نہیں دکھایا تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے بھی وعید فرمائی ہے کہ یہ لوگ جہنم کے سب سے نچلے، خطرناک اور ہیبت ناک حصے میں ہونگے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا۔

اس لیے آج کے اس درس کی روشنی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے قول و عمل کا جائزہ لیں، شب کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی، ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر آن اپنے گریبان و شہتیر پر نظر رکھیں، ان شاء اللہ عند اللہ مقبول ہونگے۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

ازافادات علامہ محمد قطب الدین دہلویؒ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ – (متفق عليه)

"اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول اس بات کا دل سے اقرار کرنا اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، دوم پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، سوم زکوۃ دینا، چہارم حج کرنا، پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : "اسلام" کی تشبیہ عمارت" سے دی جاسکتی ہے کہ جس طرح کوئی بلند و بالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں، اسی طرح اسلام کے بھی پانچ بنیادی ستون ہیں جن کے بغیر کوئی شخص اپنے اسلام کو وجود و بقا نہیں دے سکتا، ان ہی پانچ ستونوں کو اس حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اور وہ ہیں: عقیدہ توحید ورسالت، نماز، زکوۃ، حج اور روزہ جو شخص خود کو مؤمن و مسلمان بنانا اور قائم رکھنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اعتقادی و فکری اور عملی و اخلاقی زندگی کی اساس ان پانچوں ستونوں کو قرار دے۔

پھر جس طرح کسی عمارت کی شان و شوکت اور دیدہ زیبی و خوشنمائی در و دیوار کے نقش و نگار اور طاق و محراب کی آرائش و زیبائش پر منحصر ہوتی ہے اسی طرح اسلام کے حسن و کمال کا انحصار بھی ان اعمال پر ہے جن کو واجبات و مستحبات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں حدیث میں چونکہ اسلام کی بنیادی چیزوں کا ذکر مقصود تھا اس لے اس موقع پر ان واجبات و مستحبات کا ذکر نہیں۔

مختصر سیرتِ پاک تاریخ کے آئینہ میں

رضی اللہ قاسمی خیر آبادی
متعلم شعبہ افتاء دارالعلوم وقف دیوبند

محترم قارئین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ایک ایسا اتھاہ سمندر ہے کہ جس کی گہرائی کو آج تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکا، پوری دنیا کے اندر سیرتِ رسولؐ پر اردو عربی اور ہر زبان میں نہ جانے کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں اور قیامت تک لکھی جائیں گی لیکن کوئی سیرت نگار، مؤرخ، مصنف اور ادیب یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا احاطہ کیا ہو، ہر ایک لکھنے کے بعد یہی کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے: **قلم میرا قاصر، زباں میری عاجز، محمدؐ کی عظمت بتاؤں میں کیسے۔**

الغرض آپؐ کی سیرت پر بیشمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، جس میں آپؐ کی پیدائش بلکہ پیدائش سے پہلے سے لیکر آپ کی وفات تک ہر ایک چیز تفصیل کے ساتھ درج ہے، لہذا بندہ اس مختصر سی سیرت میں انھیں کتابوں سے اخذ کرکے تحقیقی قول کو لکھنے کی کوشش کریگا، اگر کسی چیز میں علماء کا اختلاف ہوا تو اختلاف کو چھیڑے بغیر اصح اور تطبیق دینے والے قول کو نقل کرنے کی کوشش کی جائے گی انشاءاللہ۔

سب سے پہلے میں آپؐ کے سلسلۂ نسب کو تحریر کرتا ہوں

سلسلۂ نسب:

آپؐ کا اولادِ اسمعیل سے ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے اور اسی طرح آپؐ سے لیکر عدنان تک نسب نامہ پر سب کا اتفاق ہے لیکن عدنان سے اسمعیل تک درمیان میں کتنی پشتیں ہیں اور ان کے نام کیا کیا ہیں اس میں

اختلاف ہے بعض علماء تیس کے قائل ہیں جبکہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے بہت سے تاریخی حوالوں اور شہادتوں کے بعد اپنی مایۂ ناز کتاب سیرت النبی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسماعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔

آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک بخاری شریف (باب مبعث النبی) میں اس طرح درج ہے

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصي بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤي بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن إلیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

(بخاری شریف: ج ا ص ۵۴۳ زمزم بکڈپو، سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی ج ا ص ۱۳۰)

پیدائش:

آپؐ کی پیدائش کے سلسلے میں دن میں تو سب کا اتفاق ہے کہ پیر کے دن ہوئی لیکن تاریخ کے سلسلے میں بہت اختلاف ہے علامہ قسطلانیؒ نے سات اقوال نقل فرمایا ئے ہیں (۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول (۳) دس ربیع الاول (۴) بارہ ربیع الاول (۵) سترہ ربیع الاول (۶) اٹھارہ ربیع الاول (۷) بائیس ربیع الاول۔

(المواہب اللَّدُنِيَّۃ، ج:۱، ص:۱۴۰-۱۴۲)

لیکن فن ریاضی کے بہت بڑے عالم ہیئت دان علامہ محمود پاشا فلکی مصری نے دلائل ریاضی سے یہ ثابت

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

کیاہے کہ پیدایش ۹ ربیع الاول بروز پیر کو ہوئی، اسی وجہ سے ہمارے اکثر علماء اور مؤرخین جیسے علامہ شبلی نعمانیؒ، مولاناحفظ الرحمن سیوہارویؒ، قاضی سلیمان منصور پوریؒ وغیرہ نے اپنی اپنی تصنیفات میں لکھاہے کہ آپؐ کی پیدائش ۹ ربیع الاول ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی بروز پیر، واقعہ فیل کے پچاس دن بعد، مکہ معظمہ میں وہاں کے وقت کے اعتبار سے صبح سویرے چار بج کر بیس منٹ پر ہوئی تھی۔

(رحمۃ للعالمین ج ۱ص ۶۹، سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی ج ۱ص ۱۳۷)

والدین:

آپؐ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب تھاجو آپؐ کی پیدائش سے دوماہ قبل بعمر تقریباً ۲۴ سال ۵۷۱ عیسوی مدینہ منورہ میں انتقال فرماچکے تھے۔

والدہ کانام آمنہ بنت وہب، داداکانام عبد المطلب، دادی کانام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ، ناناکانام وہب، نانی کانام برہ بنت عبد العزی تھا۔ (اصح السیر ص ۵)

بیویاں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ ازواجِ مطہرات سے نکاح فرمایا تھا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں

۱ خدیجہ بنت خویلدؓ ۲ حضرت سودہ بنت زمعہؓ ۳ حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ ۴ حضرت حفصہ بنت عمرؓ ۵ حضرت زینب بنت خزیمہؓ ۶۔ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہؓ ۷ حضرت زینب بنت جحش ۸ حضرت جویریہ بنت حارثؓ ۹ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان ۱۰ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب ۱۱ حضرت میمونہ بنت حارثؓ۔

ان میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں انتقال کر گئیں، اور نو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔

اولاد:

آپ ﷺ کی اولاد سے متعلق راجح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے تین تھے، اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

صاحب زادے: (۱) قاسم۔ (۲) عبد اللہ، جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ (۳) ابراہیم۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تینوں کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

صاحب زادیاں: (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) فاطمۃ الزہراء۔ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔

صاحب زادوں میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی باندی ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے، اور اس کے علاوہ باقی تمام صاحب زادے اور صاحبزادیاں حضرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

(۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرے قاسمؓ سے چھوٹی ہیں باقی ساری اولاد میں سب سے بڑی ہیں، ان کی ولادت کے وقت آپؐ کی عمر ۳۰ سال تھی۔

حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا جو حضرت خدیجہؓ کی بہن (ہالہ بنت خویلد) کے لڑکے تھے یعنی حضرت زینب کے خالہ زاد بھائی سے، ان سے دو بچے پیدا ہوئے ایک لڑکا علی جو بعد میں

علی زینبی کے نام سے مشہور ہوا اور ایک لڑکی امامہ جو بعد میں حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد انھیں کی وصیت پر حضرت علیؓ کی زوجیت میں آئیں۔

(۲) حضرت زینب کے بعد حضرت رقیہ کی پیدائش ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر ۳۳ سال تھی، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح ابو لہب کے دو لڑکے عتبہ اور عتیبہ سے ہو چکا تھا لیکن جب سورہ لہب نازل ہوئی تو انہوں نے طلاق دے دی، اس کے بعد حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، ان کے بطن سے ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا جو چھ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ سن دو ہجری میں حضرت رقیہؓ کا چیچک کی بیماری کی وجہ سے اکیس سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

(۳) ان کے انتقال کے بعد سن ۳ ھجری میں حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی آپؐ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اسی وجہ سے عثمان غنیؓ کا لقب ذوالنورین ہے، حضرت رقیہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی، سن ۹ ھجری میں ان کا انتقال ہوا۔

(۴) آپؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں، ان کی پیدائش کے وقت آپؐ کی عمر اکتالیس سال کی تھی، سن ۲ ھجری میں آپؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اور سات مہینے پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی، ان کے بطن سے پانچ اولاد ہوئیں۔ ۱ حضرت حسن، ۲ حضرت حسین، ۳ حضرت محسن، ۴ حضرت زینب اور ۵ حضرت ام کلثومؓ۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال ۲۳ سال کی عمر میں، ۳ رمضان ۱۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے جس قدر لڑکے پیدا ہوئے وہ سب بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گئے، اس لیے ان کی تعداد میں اختلاف ہے، راجح قول وہی ہے جو اوپر گزرا۔

(زرقانی ۳/۱۹۳ بحوالہ سیرت مصطفی ۳/۷/ ۳۳۷)

بعثت نبوی:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال ایک دن کی ہوئی تو آپ کو اللہ تعالی نے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ۹ ربیع الاول ۱۲ فروری سن ۶۱۰ عیسوی بروز پیر سے آپ کو سچے خواب نظر آنے لگے جو نبوت کا چالیسواں جزء تھا اس کے چھ ماہ چالیس دن کے بعد قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ہوئی یعنی ۱۷ یا ۲۱ رمضان ۱۳ اگست ۶۱۰ عیسوی بروز پیر غارِ حراء میں۔

(الرحیق المختوم ص ۹۷, ایک عالمی تاریخ ص ۴۳)

ہجرت:

جب مکہ مکرمہ میں آپؐ اور آپ کے صحابہ کا رہنا دو بھر ہو گیا، ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی، حتی کہ آپؐ کے قتل کی سازش تک کی گئی تو اللہ تعالی نے ہجرت کی اجازت دی، چناچہ آپؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ جمعہ کی رات ۲۷ صفر نبوت کے تیرہویں سال بعمر ۵۳ سال مکہ مکرمہ سے ہجرت کے ارادے سے نکلے اور غار ثور میں پہنچے، وہاں تین دن روپوش رہے ۲۹،۲۸،۲۷ صفر ۱۰ / ۱۱ / ۱۲ ستمبر ۶۲۲ عیسوی

یکم ربیع الاول بروز دوشنبہ غار ثور سے نکلے، اور آٹھ ربیع الاول ۲ھ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ عیسوی بروز پیر قباء میں

داخل ہوئے، مسجدِ قباء کی بنیاد رکھی اور چند روز قیام کے بعد ۱۲ ربیع الاول سن ۱ھ، ۲۴ ستمبر ۶۳۲ عیسوی بروز جمعہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

(ایک عالمی تاریخ ص ۴۴)

وفات:

تاریخ وفات کے سلسلے میں بھی بہت اختلاف ہے لیکن بارہ ربیع الاول زیادہ مشہور ہے اس کی وجہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ لکھی ہے کہ بعض کتب میں "ثاني شهر ربيع الأول" لکھا گیا تھا، جسے "ثاني عشر" پڑھ لیا گیا، اس لئے وفاتِ نبوی کے متعلق بارہ ربیع الاول کی شہرت ہوگئی، لیکن محققین کے نزدیک آپ ﷺ کی تاریخ وفات ۲ ربیع الاول ہے،

اسی قول کو علامہ سہیلی نے روضۃ الانف میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں راجح قرار دیا ہے۔

اور فلکیات کے ماہرین بھی حسابی اصولوں کے مطابق یکم یا دو کو ہی درست قرار دیتے ہیں، یکم اور دو ربیع الاول کی تاریخ میں تطبیق یہ ہے کہ وفات کے دن مدینہ منورہ میں دو تاریخ تھی جبکہ دوسرے علاقے میں ایک تھی۔

اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ ۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری، ۲۸ مئی ۶۳ عیسوی بروز پیر (Monday)، بوقت چاشت، تریسٹھ (۶۳) سال چار دن کی عمر میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ اور تدفین ۳۲ گھنٹے کے بعد منگل کی شب کو عمل میں آئی، آپؐ کی زندگی کے کل ایام بائیس ہزار تین سو تیس دن چھ گھنٹے ہوئے۔

مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین

مولانا عبد العلیم صاحب فاروقیؒ
سابق مہتمم دارالمبلغین لکھنؤ

اللہ تبارک وتعالی نے صحابہ کرام کے ہر دو طبقہ مہاجرین وانصار کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے ان کو اپنی خاص خوشنودی کا پروانہ دیا ہے اور اپنے دربار عالی سے رضائے الٰہی کا تمغہ دیتے ہوئے ان کے لئے آخرت کی لازوال نعمتوں اور دنیا کی پائیدار کامیابی وکامرانی کا اعلان کیا ہے۔ یہ خصوصیت صرف انہی کی نہیں ہے بلکہ ہر وہ انسان جو ان کے نقش قدم پر چلے گا، ان کی اتباع کرے گا وہ بھی ان انعامات کا مستحق ہوگا۔ والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعواهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنت تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم)۔

اور سبقت کرنے والے اگلے مہاجرین وانصار اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے جنت کے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ہمیش ان باغوں میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

جس طرح آپ ﷺ کی اتباع میں دونوں جہاں کی ابدی کامیابی ایسی وابستہ ہے کہ جس سے سر مو انحراف انسان کو صراط مستقیم سے ہٹا دیتا ہے ایسے ہی آپ ﷺ کے تربیت یافتہ افراد یعنی صحابہ کرام بھی رشد وہدایت کے سرچشمہ اور قیامت تک آنے والے

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

انسانوں کے لئے مقتدا ہیں پوری امت پر ان کی اقتدا و اتباع فرض ہے۔ نبی ﷺ اپنی تعلیم و تربیت سے ایسے افراد اور جماعت تیار کرتا ہے جو اس کی لائی ہوئی تعلیمات کی محافظ و پاسبان ہوتی ہے اور اس کی زندگی کا نمونہ نیز اس کے لائے ہوئے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی عملی زندگی کو اپنایا۔ آپ ﷺ کے خیالات و افکار کو اپنے اندر رچایا بسایا، جو کچھ آپ ﷺ سے سنا اور کرتے دیکھا اس کو عملی زندگی میں داخل کر دیا۔ گویا صحابہ آپ ﷺ کی سیرت کا مکمل نمونہ اور مزاج شناس نبوت تھے۔ اس لئے صحابہ کرام سے زیادہ کون اس لائق ہے کہ اس کے نقش قدم پر چلا جائے،

اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ (ابو داود (تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو مضبوطی کے ساتھ اس پر جمے رہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اصحاب رسول ﷺ کی اقتدا کرے کیونکہ ان حضرات کے قلوب امت میں سب سے زیادہ پاک تھے علم کے اعتبار سے گہرے تھے اور تکلف سے الگ، عادات کے اعتبار سے ان میں اعتدال تھا اور حالات کے اعتبار سے بہتر تھے یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے پسند فرمایا تو تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے آثار کی اتباع کرو کیونکہ میں لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔ صحابہ کرام کی اتباع ہی میں دنیا و آخرت کی کامیابی و سلامتی ہے اور انسان کو دنیاوی زندگی میں اللہ کی رحمتوں اور آخرت کی زندگی میں اللہ کی نعمتوں کا استحقاق انہیں کے نقش قدم پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

ان کے راستے سے الگ ہو جانے سے انسان بے راہ روی اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: دینی معاملات میں خواہشات کی پیروی کرنے سے بے دینی پیدا ہوتی ہے، اور ان اعمال کو اختیار کرنے سے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے معمولات تھے نجات ملتی ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ آدمی کی نجات کا دار و مدار پیغمبر ﷺ کے دین کی اور آپ کے اصحاب کے طریقے کی پیروی میں مضمر ہے اور ہلاکت بھی انھیں نفوس قدسیہ کی مخالفت میں ہے۔ (بلاغ امین) آیت کریمہ میں (رضي الله عنهم ورضوا عنه) کا ٹکڑا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ صحابہ کرام قانون الٰہی کی روح اور شریعت کے اتنے مزاج شناس ہیں کہ کوئی قدم اس کے خلاف انھیں گوارہ نہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک خط امام ابو داؤد نے نقل کیا ہے جس میں انھوں نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ اور دینی اعتبار سے ان کی قدر و منزلت پر بڑی تفصیل سے بلیغ انداز میں روشنی ڈال کر امت کی رہنمائی کی ہے کہ صحابہ کرام جس راہ پر تھے وہ راستہ اعتدال کا ہے نہ اس میں افراط ہے نہ تفریط ہے، اس میں کمی کی جاسکتی ہے نہ زیادتی، ان سے آگے بڑھنے والا غلو کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے تو کمی کرنے والا منزل مقصود سے دور ہو جاتا ہے۔ (جشن سرکار دو عالم ﷺ شمارہ: ۳۱ ص: ۱۷، ۱۶)

مضامین کی اشاعت کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ فرمائیں:

6307156950, 8881336463

شکل عاشق سے معشوق بیزار ہے

فہد عبد المعید قاسمی

کہتے ہیں محبت نام ہے محبوب کو راضی کرنے کا، محبوب کو حاصل کرنے، اس کو دل و جان سے اپنا لینے کا۔ محبت جس سے ہوتی ہے وہ سراپا مقصود ہوتا ہے، محبت میں انسان مجبور ہوتا ہے، محبوس ہوتا ہے، مخمور اور مجنون ہوتا ہے۔ محبت نام ہے محبوب کی ہر ہر ادا اپنا لینے کا، محبوب سے منسلک ہر شے کو دل میں بسا لینے کا۔ جب نگاہ محبوب پر ہوتی ہے تو پھر اپنی فکر نہیں رہتی، محبت کا حاصل اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے؛ مگر محبت کو حقیقی محبت اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا ہے جب تک کہ اسے محبت کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیا جائے، آزمائش کی بھٹی میں نہ تپا لیا جائے۔

تحریک تمہید یہ ہے کہ ایک بڑا طبقہ اپنے آپ کو عاشق رسول کہتا ہے، رسول کی اطاعت و محبت پر جان قربان کرنے کا دعوی کرتا ہے، اور مخصوص دنوں میں اپنے اس دعوے

کا اظہار بھی کرتا ہے۔ ہم جائزہ لیں گے کہ حق پر کون ہے کون سچا عاشق رسول ہے اور کون رسمی اور فرضی ہے۔ اس قضیے کو حل

کرنے کے لیے ضروری ہے کہ محبت کے خدوخال سو اضح کیے جائیں،

عنوان محبت پر مالہ وماعلیہ کے ساتھ روشنی ڈالی جائے، تو سب سے پہلے ہم محبت کی اقسام ذکر کریں گے۔

محبت کی چار قسمیں ہیں:

(۱) واجبہ (۲) محمودہ (۳) محرمہ (۴) مذمومہ

ہر قسم کے مختلف درجات ہیں

(۱) محبت واجبہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اللہ سے محبت کی جائے اس کے بعد بالترتیب ان مقدس ہستیوں کے درجات ہیں جو اللہ کی محبت کا باعث بنتی ہیں مثلا: اللہ کے رسول، صحابہ، علماء، صلحاء اور صوفیہ۔

(۲) محبت محمودہ کا پہلا درجہ

طبعی محبت کا ہے کہ طبیعت کسی چیز کی طرف مائل ہو مثلا: بھوک کے وقت کھانے کی طرف نیند کے وقت سونے کی طرف۔ دوسرے نمبر پر تعظیمانہ محبت ہے، جس میں محبت کسی کی تعظیم پر مبنی ہوتی ہے، جیسے والدین اور استاد کی محبت۔

۳۔ انسیت والفت بھری محبت۔ زندگی کے مختلف شعبہ جات مثلا: صنعت و تجارت وغیرہ سے وابستہ افراد جن سے ہمارا رابطہ اور واسطہ پڑتا ہے ان سے محبت۔

۴۔ اعمال صالحہ سے محبت۔ کہ جس کی وجہ سے بندہ انسان اور اللہ کے رسول سے قریب ہوتا ہے۔

(۳) محرمہ

یہ محبت منفی پہلو پر مبنی ہے، مثلا شرک سے محبت کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اس سے اللہ تعالی جیسی محبت کی جائے یا ان افعال سے محبت کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ اور اس کے رسول سے دور ہو جاتا ہے، یہ محبت حرام ہے۔

ماهنامہ الرشید لکھنؤ

ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادا يحبونهم كحب الله (البقرة)

إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشه في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخره.

(النور) ان آیات میں ان ہی محبتوں کا ذکر ہے۔

(۴) محبت مذمومہ، یہ بھی منفی پہلو پر مشتمل ہے۔ جس کے اندر انسان اللہ اور اس کے رسول سے دور ہو جاتا ہے مثلا: ماں باپ، اولاد، کاروبار، دولت و حشمت وغیرہ کی محبت۔

یا دنیا کے وہ رشتے کہ جن کے اندر پڑ کر انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ محبت کے بعد اب محبوب پر گفتگو مناسب ہے کہ محبوب کسے کہتے ہیں؟

اس کے لیے چار اوصاف ذکر کیے جاتے ہیں کہ اگر وہ محبوب کے اندر موجود ہوں تو واقعی اس سے محبت کی جا سکتی ہے، ورنہ حقیقی محبت ان اوصاف کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسباب محبت حسب ذیل ہیں: (۱) جمال (۲) کمال (۳) منال (۴) قرابت۔ خوبصورتی، قابلیت، احسان و قرابت (رشتہ، ناطہ)

محبوب اگر ان اوصاف سے عاری ہو تو اس سے محبت نہیں ہوتی، پھر وہ خود غرضی، مفاد پرستی، یا ہوا پرستی ہوتی ہے۔

جتنے زیادہ اوصاف ہوں گے محبت اتنی ہی شدید ہو گی۔

گویا محبت کی کسوٹی یہ چار اوصاف ہیں، جب عاشق و معشوق کی حقیقت پہچاننی ہو تو انہیں ان اوصاف پر پرکھا جائے محبت کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

اس بات پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے اندر یہ چاروں اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں۔

آپ کے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ چاند آپ سے شرماتا تھا، شاعر نے کہا ہے :

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

دشمنوں نے جن کی امانت و صداقت، جرأت و بے باکی، غیرت و خودداری، مروت و محبت، شفقت و الفت اور زندگی کے ہر گوشے کی پاکیزگی پر دلیلیں دیں، ان کے کمالات پر کون شک کر سکتا ہے، ہر میدان میں آپ باکمال رہے ہیں۔

آپ کی بدولت پوری کائنات وجود میں آئی، آپ سے ایمان ملا، جینے کا ڈھنگ آیا، امتی بروز حشر آپ ہی کی سفارش کے امیدوار ہوں گے، گویا کہ حیات و ممات ہر دو زندگی میں ہم آپ کے احسانات تلے دبے ہوئے ہیں۔

سارے اسباب محبت ہمارے نبی کے اندر بدرجۂ کمال موجود ہیں۔

عقلی یا شرعی محبت ہر کس وناکس سے اظہار محبت کی اجازت نہیں دیتی، شریعت پہلے انجام اور مآل پر نظر رکھتی ہے، پھر اوصاف محبت تلاش کرتی ہے

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

اس کے بعد معیار محبت کی کسوٹی پر عاشق و معشوق کو پرکھتی ہے پھر جا کر محبت کے پہلے مرحلے (اشتیاق) کا آغاز ہوتا ہے جسے طلب، مانوسیت، کشش اور دل لگی بھی کہتے ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر باعتبار اوصاف اشتیاق جتنا تیز ہوتا ہے، اسی قدر مرحلہ وار یہ محبت اپنے مختلف مراحل سے گزر کر جنون تک پہنچ جاتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب کے تحت اصل گفتگو یہ ہے کہ ربیع الاول کے موقع پر ایک بڑا طبقہ جو اپنے آپ کو عاشق رسول کہتا ہے، مختلف قسم کے امور انجام دیتا ہے اور ہر عمل اللہ کے نبی کے نام پر کرتا ہے، اب ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ یہ محبت کے معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں؟ کیا ان کے اندر محبت شرعی ہے یا محبت طبعی اور ہوا پرستی؟؟

محبت کا تقاضا:

محبت سے آگے بڑھ کر ایک درجہ ہے اطاعت کا، محبت کی تعریف میں گزرا کہ محبت نام ہے تابع اور مطیع بن جانے اور خود کو فنا کر دینے کا، اس کے بغیر محبت فسانہ ہے، سراب ہے۔ اطاعت ہی محبت کا مغز اور نچوڑ ہے۔ اگر محبوب کی عزت نہ ہو اور محبت کے نام پر کیے جانے والے عمل محبوب کی منشاء کے مطابق نہ ہوں تو دل کی نیت کتنی ہی اچھی ہو اسے محبوب کا عاشق نہیں کہا جا سکتا۔

ربیع الاول میں عشق رسول کے نام پر کہیں تو کیک کاٹا جاتا ہے، کہیں جلوس نکالے جاتے ہیں اور ڈھول تاشوں کے ساتھ نغمے گائے جاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں،

ماهنامہ الرشید لکھنؤ

نئے لباس پہنے جاتے ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، آتش بازی کی جاتی ہے، مرد وزن کے اختلاط کے ساتھ یہ تمام خرافات انجام دی جاتی ہیں، اور اسے عید میلاد النبی کا نام دیا جاتا ہے، اور یہ سارے کام اس ولادت کی نسبت پر ہو رہے ہیں، گویا آپ کی پیدائش ان تمام چیزوں کا پیش خیمہ ہے۔ نعوذ باللہ

ذرا غور کریں اور آقا کی سیرت پر نظر دوڑائیں، کیا کہیں آپ نے جلوس نکالنے کی ترغیب دی ہے، برتھ ڈے منانے کو جائز کہا ہے، کہیں اپنی ولادت کے نام پر مٹھائیاں تقسیم کروائی ہیں، نئے لباس پہننے اور عید منانے کا حکم دیا ہے یا کہیں صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے؟؟

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ۲۳ سالہ زندگی احکام کی تبلیغ میں گزری ان ۲۳ سال میں سے تین سال وحی منقطع رہی، بچے ۲۰ سال، اب ان ۲۰ سالوں کی مدت میں آپ نے اپنی ولادت کا ذکر ایک ہفتہ بھی نہ کیا ہو گا جبکہ پورے ۲۰ سال احکام کی تبلیغ فرمائی تو خود آپ نے اپنی ۲۰ سالہ زندگی کے اندر ولادت کا تذکرہ کبھی کبھی کیا ہے جس کی مدت ایک ہفتے سے متجاوز نہیں ہے، جبکہ احکام کا تذکرہ ۲۰ سال تک کیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم دینکم کہہ کر ان احکام کی تکمیل کر دی اور امت کے لیے اپنا اسوہ چھوڑ دیا، اس پورے اسوہ کے اندر خود اللہ کے نبی نے اپنی ولادت پر خوشی منانے کا اشارہ تک نہ کیا، چہ جائیکہ ان منکرات کی گنجائش دی ہو۔

معلوم ہوا کہ ربیع الاول کے اندر عشق رسول کے نام پر ہونے والی ساری خرافات معشوق کے مزاج کے خلاف ہیں، اس کے منشاء و مقصود کے خلاف ہیں، اور محبت کے اندر جب عاشق کی منشاء کو نظر انداز کیا جائے تو اس کو محبت نہیں مفاد پرستی، نفس پرستی اور مفہوم محبت کی توہین کہتے ہیں۔

تحریک عظمت صحابہ لکھنؤ کا دینی دعوتی و انقلابی ترجمان
ماہنامہ
الرشید لکھنؤ

محبوب تو وہ ہوتا ہے جو رگ و پے میں بسا ہوتا ہے، جس کے عشق میں بدن کا انگ انگ ڈوبا ہوتا ہے، یہ کون سی محبت ہے کہ سال بھر تو اپنے عیش و طرب میں پڑا رہا جائے اور ایک دن محبت کے نام پر جمع ہوا جائے؟ یہ تو انگریزوں کی تقلید ہوئی کہ انہوں نے ہر مخصوص عمل کے ایام منتخب کر رکھے ہیں مثلا: برتھ ڈے، مدر ڈے، ٹیچر ڈے، ڈاکٹر ڈے وغیرہ، اسی طرح ہم نے بھی آقا کی محبت کے لیے ربیع الاول کے اندر "محبت ڈے" بنا رکھا ہے یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے کہ کسی مہتم بالشان امر کو ایک دن کے اندر خاص کر کے سارا سال اسے بھلا دیا جائے۔ اللہ نے جہاں آپ کی ولادت و بعثت کا تذکرہ کیا وہیں سبب ورود کو بھی واضح کیا، اور آمد سے زیادہ سبب ورود کو بیان کیا ہے: هو الذي بعث في الأميين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم.(الجمعہ)

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم.(البقرہ)

إنا أرسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا(الاحزاب)

علاوہ ازیں بہت سی آیات میں آپ کے بعثت کا منشاء بیان کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے، آپ کے احکامات و تعلیمات پر عمل کیا جائے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کی جائے آپ کی آمد پر جتنی زیادہ خوشی منانے کا تقاضا ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کے احکامات پر عمل کرنے کا تقاضہ ہے، رمضان کی فضیلت اللہ نے بنائی بھی ہے اور بتائی بھی ہے اور ربیع الاول کی فضیلت صرف بنائی ہے بتائی نہیں، اس اعتبار سے رمضان ربیع الاول پر افضل ہے اسی طرح اللہ تعالی نے آپ کی بعثت بھی بتائی ہے اور مقصد بعثت بھی، مگر مقصد بعثت زیادہ بتایا ہے اور جہاں بھی بعثت کو بتلایا ہے

گویا کہ بعثت بذات خود مقصود نہیں ہے؛ بلکہ بعثت اپنے مقصد کے تحت مقصود ہے، اور وہ ہے تبلیغ احکام؛ لہذا عشق رسول صرف ولادت کے ساتھ خاص ہو جائے یہ تو مقصد بعثت کو ایک دم نظر انداز کرنے کے مترادف ہے اس لیے سچا عاشق رسول وہی ہے جو دنیا بھر کی خرافات سے بچ کر منشأ نبوت کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرے۔ یہی عشق کی کسوٹی ہے، یہی معیار محبت ہے، یہی عشق کا زینہ ہے جس میں کامیابی کا خزینہ ہے۔

آپ کی ولادت اور آمد میں یقیناً شک نہیں کہ وہ باعث رحمت ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس مہینے میں دنیا کے سب سے بڑے اور سچے رہنما نے سطح زمین کو اپنے وجود سے مشرف کیا، اللہ کے سب سے مقبول، محبوب بندے نے صحیفۂ گیتی کو اپنے نور سے روشن کیا، رمضان اور محرم کی طرح ربیع الاول بھی قابل احترام ہے اور یہ بھی اپنا پیام حرمت بغیر حرف و لفظ کی وساطت کے سنا رہا ہے، خود اللہ نے آپ کی آمد کو اپنا فضل بتایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

قل بفضل الله و برحمته (یونس) مفسرین نے "فضل" سے آپ کی بعثت بھی مراد لی ہے، لہذا آیت کے تحت آپ کی آمد پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا واجب ہے، جیسا کہ مدینے میں آپ کی آمد پر بنو نجار کی بچیوں نے اشعار پڑھ کر خوشیاں منائی تھیں، ہم پر بھی واجب ہے کہ ہم اقا کی آمد کا پر اللہ کا شکر ادا کریں، جشن منائیں؛ لیکن ذہن میں یہ رکھتے ہوئے کہ قرآن میں اللہ نے جہاں فبذلك فليفرحوا ارشاد فرمایا ہے وہیں لا تفرح بھی کہا ہے، ایک جگہ خوش ہونے کا حکم ہے دوسری جگہ خوشی کی نفی ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کب خوش ہونا ہے اور کب نہیں؟

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

ظاہر سی بات ہے جہاں پر خوش ہونے کا حکم ہے وہ شرعی حدود میں رہ کر ہے اور جہاں خوشی نہ منانے کا ذکر ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جہاں شرعی حدود کو پامال کیا جارہا ہو؛ اس لئے اصل عشاق تو وہ ہیں جو پورے سال آپ کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں، اصل جشن منانے والے تو وہی لوگ ہیں۔ اس لیے ہم اس رسمی محبت اور فرضی عشق کے قائل نہیں ہیں، ہم تو وہ عاشق ہیں کہ اپنے ہر ہر عمل میں، گفتار میں کردار میں محمد عربی کی محبت کے قائل ہیں اور جب بھی آقا کا نام لیا جائے تو اپنے اندر ایک روحانی ارتعاش محسوس کرتے ہیں، ہم تو ہر وقت آپ کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ہوں لاکھوں درود اس آقا پر دل لاکھوں جس نے جوڑ دیے

دنیا کو دیا پیغام سکوں انسانوں کے رخ موڑ دیے

اس محسن اعظم نے ایسا کیا کیا نہ دیا ہے عالم کو

دستور دیا منشور دیا کئی راہیں دیں کئی موڑ دیے

صلی اللہ علیہ وسلم

hafizfaizrasheed09@gmail.com

سیرت نبوی اور امت کی بیٹیاں

محمد عمار سنت کبیر نگری متعلم دارالعلوم دیوبند

ہر قوم اور معاشرے کی اصلاح وفساد کا دار و مدار اس قوم کی عورتوں پر ہوا کرتا ہے اگر معاشرے کی اصلاح وفساد کے اسباب میں غور وخوض کیا جائے تو ہر کس و ناکس کے سامنے یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ قوم کے مستقبل کو روشن اور تابناک بنانے میں ان کا اہم رول اور کردار ہوا کرتا ہے کیونکہ ماؤں کی گود ہی بچے بچیوں کی ذہنی و فکری تربیت کا پہلا مکتب ہوا کرتی ہے جس سے خوشہ چینی کرکے وہ اپنے رفتار و گفتار عادات و اطوار لباس و پوشاک اور رہن سہن کو سنوارتے اور بگاڑتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر کی جائے اگر عورتیں خود کی اصلاح کرلیں تو سماج خود بخود بہتر ہو جائے گا اس اصلاح و تربیت کے لیے سیرت نبوی کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بنانا ہوگا۔

سیرت ہر شخص کے لیے مشعل راہ اور رہنما اصول ہے اس پر چل کر ہر شخص اپنی دینی سماجی معاشی عائلی اور خانگی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کر سکتا ہے، سیرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کامیابی و کامرانی کے ایسے راز پنہاں ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر مرد عورت بچہ جوان اور بوڑھا غرض کہ ہر شخص رفعت و بلندی حاصل کر سکتا ہے صحابیات و تابعیات کی زندگیوں میں سیرت نبوی کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے انہوں نے اپنی زندگی کو سیرت مصطفوی کے سانچے میں ڈھال کر خود کو شریعت و سنت کا پابند بنایا جس کے نتیجے میں کوئی فقیہہ بنی تو کوئی محدثہ اور کوئی مفسرہ لیکن موجودہ مسلم معاشرے پر جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلم بچیاں اسلامی تہذیب سے بے اعتنائی برت رہی ہیں اور مغربی تہذیب کو بڑی تیزی سے اپنا رہی ہیں اس کا ایک بہت اہم

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

سبب علم دین سے دوری ہے، بچی کے دماغ میں بچپن ہی سے اصول دین اور احکام شریعت کے بجائے جدید تعلیم کا رس گھول دیا جاتا ہے جبکہ جدید تعلیم تعلیم نہیں بلکہ تجہیل ہے ان یونیورسٹیز اور کالجوں میں انہیں مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھال دیا جاتا ہے وہ سنت نبوی سے بالکل نا آشنا اور بے خبر ہوتی ہیں ان کالجوں میں جہاں فرمان خدا ولا تخضعن بالقول کی مخالفت کر کے انہیں مردوں سے نرم لہجے میں بات کرنے کا ڈھنگ اور طریقہ سکھایا جاتا ہے۔

تاکہ وہ اجنبی مردوں سے پر کشش لہجے میں بات کر کے انہیں شہوت رانی کی دعوت دے سکیں جو ان کے ساتھ کھلا ظلم ہے جب کی سیرت نبوی گویا ہے کہ اجنبیوں سے نرم لہجے میں بات نہ کرو ان کے ساتھ خلوت بھی مت اختیار کرو لیکن معاملہ آج اس کے بالکل برعکس ہے یعنی اسکولوں میں مخلوط نظام میں رہ کر مسلم بچیاں تعلیم حاصل کرنے کا لیبل لگا کر غیروں سے اختلاط رکھتی ہیں جس کا نتیجہ اور ثمرہ لاکھوں بچیوں کے ارتداد کی شکل میں رونما ہوتا ہے اسی طرح وہ ایمان کا سودا کر کے اپنی عقبیٰ کا نقصان کر بیٹھتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ایسے اسکولوں اور کالجوں کا قیام عمل میں لایا جائے جو مخلوط نظام تعلیم اور جدید ایمان سوز تعلیم سے مبرہ و منزہ ہو جہاں تربیت پا کر ہماری بچیاں سیرت نبوی کے سانچے میں ڈھل سکیں اور شریعت و سنت سے لبریز خواتین کے نقش قدم پر چل کر اپنی آخرت کی فکر میں مشغول ہو جائیں اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کو اپنا حرز جاں بنالیں اسی میں ان کے لیے فلاح و بہبود کا راستہ ہے اللہ تبارک و تعالی ہم سب کو شریعت و سنت کا پابند بنائے۔

اسلام اور امن عالم

احمد عبید اللہ

متعلم: معہد سیدنا ابی بکر الصدیق

دنیا کی تمام قومیں ہر زمانے میں امن کی ضرورت محسوس کرتی اور امن قائم کرنے کے لئے کوشش کرتی رہی ہیں۔ اس زمانے میں بھی ہر ملک میں امن کمیٹیاں قائم ہیں اور جو ملک یا جماعت یا شخص امن قائم کرنے کے سلسلے میں خاص کام ادا کرتا ہے تو اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ دنیا کے تقریبا تمام ممالک کی ایک تنظیم اقوام متحدہ بھی ہے جس کی سلامتی کونسل کا مقصد ہی تمام دنیا میں امن قائم کرنا ہے۔ جو کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر حملہ کرتا ہے تو دوسرے تمام ممالک مل کر سلامتی کونسل کے ذریعہ اس ظلم کو روکنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان دونوں میں دوستی ہو جائے، دوسرے ممالک جنگ کی لپیٹ میں آنے سے بچ جائیں اور دنیا کے امن میں خلل نہ آنے پائے۔

اس کے باوجود جب بھی کسی بڑے ملک کا داؤ لگتا ہے کسی چھوٹے ملک کے خلاف جارحانہ پیش قدمی کرتا اور اس کو ہڑپ کرنے کے لئے ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو اپنی حفاظت کے لئے اپنے سالانہ بجٹ کا نصف سے زیادہ حصہ جنگی سازو سامان بنانے یا خریدنے اور اپنی فوجی طاقت بڑھانے میں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی ہر ملک کو اپنی سلامتی کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔

دنیا کے کسی خطہ اور کسی ملک کے رہنے والوں کو امن و امان میسر نہیں اور اس کی وجہ سے دنیا کی دوسری راحتیں بھی میسر نہیں ہیں۔

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

حقیقت یہ ہے کہ جو بڑی طاقتیں دنیا میں امن قائم کرنے کی دعویدار ہیں ان کے سوچنے کا انداز اور کام کرنے کا طریقہ فطرت کے بالکل مخالف اور اصول کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہ مرض کا علاج تو کرتے ہیں لیکن اس کے اسباب پر توجہ نہیں دیتے۔

آج دنیا کی تمام قومیں اخلاقی پستی کے بھنور میں گرفتار اور روز بروز پستی کی تہ میں چلی جارہی ہیں، اخلاقی گراوٹ نے اچھے اور برے کی تمیز اٹھادی ہے۔ خود غرضی اور حرص نے لوگوں کو ایسا اندھا بنادیا ہے کہ وہ اپنے تھوڑے سے فائدہ کے لئے دوسرے کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ مذہب ان سب برائیوں کی روک تھام کرتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ برائیوں کی جڑ یعنی نفس کی اصلاح پر ہوتی ہے۔ نفس کی اصلاح ہو جائے تو زندگیاں سنور جاتی ہیں اور خوشی کی فضا عام ہو کر انسانیت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیتی ہے۔ وہ مذہب جو حقیقت میں دنیا کو امن کی دعوت دیتا ہے وہ اسلام ہے۔ اسلام شروع سے آخر تک امن و سلامتی ہے، لغت کے اعتبار سے اسلام کے معنی صلح کرنے والا اور فرمانبردار ہونا ہے۔ صلح و سلامتی اور امن ہی کا نام اسلام ہے۔ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتا ہے، "السلام علیکم" یعنی تم پر سلامتی ہو۔ اور دوسرا اس کے جواب میں کہتا ہے "وعلیکم السلام" یعنی تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ اسلام کا طریقہ ہے۔ اسلام کی امن پسندی ہر دور میں تمام دنیا والے مانتے رہے ہیں۔ اسلام کسی پر زبردستی اور سختی کرکے نہیں منوایا گیا۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے۔

لا إِكْرَاهَ في الدين - (البقرہ آیت (۲۵۶)

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

دین کے بارے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ جب مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا پیغام لوگوں کو پہنچایا تو آپ کے پاس نہ کوئی حکومت تھی نہ جنگی طاقت اور نہ مال و دولت کے خزانے تھے بلکہ یہ سب کچھ مخالفین کے پاس تھا جس کو وہ اسلام لانے والے نہتے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کے لئے برابر تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی_ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا میں امن و امان کی حالت نہایت خراب تھی۔ انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ عجمی بادشاہوں نے دنیا کو غلام بنا رکھا تھا۔ مجبور اور بے بس انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ خود عرب میں جنگ و فساد کا بازار گرم تھا۔ اسلام نے آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے دنیا کو زندگی کے صحیح انداز سکھائے اور انسان کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۚ

(سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۲)

جس نے کسی شخص کو کسی جان یا فساد کے بدلے کے بغیر جو اس کی وجہ سے زمین میں پھیلا ہو قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی شخص کو بچا لیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔

دوسری جگہ فرمایا: والفِتْنَۃُ اشدُّ مِنَ الْقَتْلِ (سورۃ البقرہ آیت(۱۹)

زمین میں فتنہ وفساد پھیلانا قتل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے ،اور فرمایا:

واللہ لا یُحِبُّ الْفَسَادَ، (البقرہ آیت(۲۰۵)

اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اسلام کا انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے غلاموں کو بھی انسانی برادری میں برابر کا شریک ٹھرایا اور فرمایا کہ تم سب ایک جماعت کے افراد ہو'سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو' نہ آقا کو غلام پر فضیلت ہے نہ حاکم کو محکوم پر'کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ ، (سورۃ الحجرات آیت (۱۳) جو زیادہ تقویٰ اور پرہیز گاری کرنے والا ہے اللہ تعالی کے نزدیک وہی زیادہ بزرگ ہے۔

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ نے عرب سرداروں اور آزاد کئے ہوئے غلاموں کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ قائم کر دیا اور یہ رشتہ خون کے رشتے سے کسی طرح کم نہ تھا وہ ہر وقت ایک دوسرے پر جان نثار کرنے کو تیار رہتے یہاں تک کہ ایک دوسرے کے والی وارث بن گئے۔ آج مغرب میں آزادی جمہوریت اور مساوات کا بڑا چرچا ہے۔ حالانکہ انہوں نے گورے اور کالے کے فرق اور علاقائی تعصب کو اس قدر ہوا دی ہوئی ہے کہ خود موجودہ تہذیب کے چاہنے والے اس سے شرمندہ ہیں، لیکن اسلام نے زندگی کا جو نظام پیش کیا ہے اس میں نسلی برتری کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام ملت اسلامیہ ایک وحدت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد آدم کی مثال جسم کے اعضا کے ساتھ دی ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصہ کو درد و تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم درد و بے خوابی و بخار میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان امن و سلامتی میں رہیں۔

مشرکین مکہ کی انتہائی زیادتیوں کے باوجود فتح مکہ کے وقت ان کی عام معافی اور امان دینے کا جس قدر بلند حوصلہ اعلان فرمایا دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ حجتہ الوداع کے موقع پر میدان عرفات و منی میں قوم کو جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا: اے لوگو! قیامت تک تمہارے خون 'تمہاری عزت اور تمہارے مال کا آپس میں احترام کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کے دن اور اس شہر اور اس مہینے کا احترام تم پر واجب ہے۔

غرض کہ اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام ایسا دین ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اس نے اتحاد و اتفاق کا وہی تصور پیش کیا ہے جو قانون فطرت کے عین مطابق ہے۔

اسلام نے زندگی کا ایسا باربط اور منظم نظام پیش کیا ہے جس سے ایک بھائی دوسرے بھائی کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔ وہ انسان ہی کے حقوق نہیں بلکہ ہر مخلوق کی نگرانی کرتا ہے۔ اسلام ایک ایسا معتدل مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسانی معاشرے میں امن و سکون اور زندگی میں توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اسلام محض ایک عقیدہ ہی نہیں ہے اور نہ صرف اجتماعی اور انفرادی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے تک محدود ہے بلکہ یہ ایک دائمی سچائی ہے۔ یہ دنیا کے لئے زندگی کا ایک مکمل اور انصاف والا نظام پیش کرتا ہے اس کے بغیر نہ اخلاق کی پابندیاں قائم رہ سکتی ہیں اور نہ دل و دماغ کو شائستگی ہو سکتی ہے_ اسلام سلطنت کو بڑھانے اور دوسروں پر زبردستی حکومت کرنے کے لئے جنگ کرنے کا جدید مخالف ہے_ وہ صرف ظلم و زیادتی کے خلاف جہاد کرنے اور ہتھیار استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے_ مسلمانوں نے پہلی اور دوسری جنگ یعنی غزوۂ بدر و اُحد خود نہیں لڑی تھی_ بلکہ ان کو جنگ کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور وہ اپنی عزت 'مال اور

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

اور جان کی حفاظت کے لئے لڑے تھے_ اس کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے جب کبھی جنگ کی تو وہ ظلم وزیادتی کو مٹانے اور امن وامان قائم کرنے کے لئے ہوئی_ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوشش کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

آج دنیا امن وامان کی پیاسی ہے اس کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتی اور اس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے_ اگر امن کی کوششوں کو اخلاص اور صحیح جذبہ کے ساتھ جاری رکھا جائے تو تمام دنیا کے مسلمان اس کے لئے دوسری قوموں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے آگے ہوں گے_ اسلام سے زیادہ اچھا نظام کوئی قوم یا کوئی مذہب نہ آج تک پیش کر سکا ہے اور نہ آئندہ پیش کر سکے گا_ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرتا ہے اللہ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔

"کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر"

عمرہ کے احکام اور اس کا طریقہ

مولانا محمد معراج قاسمی

باری تعالی کے پاک گھر کی زیارت اور حاضری محض مال پر موقوف نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت کا خاص انعام واحسان ہے جو اس کے خوش نصیب بندوں کو ہی حاصل ہوتا ہے لہٰذا اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور حج وعمرہ پر جانے سے پہلے ہی اس کے احکام اور طریقے کو سیکھ لینا چاہئیے صاحبِ حیثیت شخص پر زندگی میں صرف ایک بار عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے جو ایامِ حج ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ کے علاوہ زندگی میں کبھی بھی کیا جا سکتا ہے

عمرہ کی نیت: أَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ العُمرَةَ فَيَسِّرهَا لِي وَ تَقَبَّلهَا مِنِّي وَأَعِنِّي عَلَيهَا وَبَارِك لِي فِيهَا نَوَيتُ العُمرَةَ وَأَحرَمتُ بِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى

عمرہ کے افعال: عمرہ کرنے والے کے لئے ترتیب وار چار افعال کرنا ضروری ہے

(۱) نیت و تلبیہ کیساتھ احرام باندھنا یہ شرط ہے

(۲) طواف کرنا یہ رکن ہے

(۳) صفاومروہ کی سعی کرنا یہ واجب ہے

(۴) حلق اور قصر کرانا یہ واجب ہے

ماهنامه الرشید لکھنؤ

لیکن ان چاروں میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ چیزیں اور بھی جڑی ہوئی ہیں جن پر عمل کرنا بھی ضروری ہے جیسے. احرام کی پابندیاں میقات سے پہلے احرام پہننا بہتر ہے کہ ائرپورٹ سے ھی پہن لے لیکن جدہ پہنچنے سے پہلے پہلے پہننا ضروری ہے اور تلبیہ کا ورد شروع کردے

تلبیہ - لَبَّيكَ أَللّٰهُمَّ لَبَّيكَ لَبَّيكَ لاَشَرِيكَ لَكَ لَبَّيكَ إِنَّ الحَمدَ وَالنِّعمَةَ لَكَ وَالمُلكَ لاَشَرِيكَ لَكَ لَبَّيكَ

اب حلال ہونے تک خوشبو استعمال کرنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، سر اور چہرا ڈھانکنا، بال اور ناخن اکھاڑنا یا کاٹنا، جوتا پہننا، شکار کرنا اور جماع و دواعیٔ جماع کا ارتکاب کرنا وغیرہ یہ سب منع ہے البتہ عورت سلا ہوا کپڑا پہنے گی اور اجنبیوں سے حتی الامکان چہرا چھپائے گی نیز زیورات بھی پہن سکتی ہے اس طرح روپے و پیسے کی حفاظت کے لئے کمر میں پرس اور پٹہ وغیرہ بھی باندھا جاسکتا ہے طواف: خانۂ کعبہ کے سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں جن میں سے شروع کے ۳ میں مرد حضرات رمل کرینگے یعنی اکڑ کر چلیں گے طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ کا ورد چھوڑ دیں اور مرد حضرات اپنی چادر کا اضطباع کریں یعنی چادر کو اپنی داھنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیں اور طواف کے شروع اور آخر میں اور اسی طرح ہر ایک چکر کے پورا ہونے پر حجرِ اسود کا استیلام کریں (بوسہ دیں گے) اگر بآسانی ممکن ہو ورنہ ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرکے اس کو چومیں اور طواف کی نیت کرکے حجرِ اسود سے طواف شروع کریں دورانِ طواف نہ تو کعبہ کی جانب رخ کریں گے اور نا ہی پیٹھ اور منقول دعائیں پڑھتے رہیں ہاں ضروری بات اور مسائل وغیرہ دریافت کرسکتے ہیں طواف پورا ہونے کے بعد مقام ابراہیم پر (اگر ممکن ہو) ورنہ جہاں جگہ میسر ہو جائے

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

دو رکعت نماز واجب الطواف ادا کریں پھر مقام ملتزم کے پاس (اگر ممکن ہو) دعا کریں اور زمزم نوش فرمائیں اور اضطباع ختم کر دیں

طواف کی نیت: أَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ طَوَافَ بَيتِكَ الحَرَامِ فَيَسِّرهُ لِي وَتَقَبَّلهُ مِنِّي سَبعَةَ أَشوَاطٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى

سعی بین الصفا والمروہ صفا سے مروہ کے سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں سعی کرنے سے پہلے حجرِ اسود کا استیلام کریں اور پھر سعی کی نیت سے صفا کی جانب روانہ ہو جائیں صفا سے مروہ جانا ایک چکر اور مروہ سے صفا آنا دوسرا چکر تو اس طرح مروہ پر سات چکر پورے ہو جائیں اور مرد حضرات میلین اخضرین (ہری لائٹ) کے درمیان دوڑ کر چلیں گے اور دورانِ سعی منقول دعاؤں کا ورد کرتے رہیں

سعی کی نیت: أَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ السَّعيَ بَينَ الصَّفَا وَالمَروَة سَبعَةَ أَشوَاطٍ لِوَجهِكَ الكَرِيمِ فَيَسِّرهُ لِي وَتَقَبَّلهُ مِنِّي

حلق اور قصر مردوں کے حق میں حلق کرانا (سر منڈانا) افضل ہے لیکن قصر کرانا (بال کٹوانا) بھی جائز ہے لیکن عورتیں صرف قصر کروائیں گی اور قصر میں پیچھے سے ایک پوروے کے برابر بال کٹوانا ضروری ہے

ان افعال کو کر لینے سے آپ کا عمرہ مکمل ہو جائے گا اور آپ پر احرام کی وجہ سے لگی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔

قانونِ شریعت سراپا رحمت

انس قمر بانگرموی

اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا میں انسان کے کھانے پینے، لباس و پوشاک اور دوسری ضروریات کا نظم کیا ہے، اسی طرح اس نے انسان کو اپنے نظام زندگی بھی فراہم کرنے کے لیے بھی ایک مکمل نظام فراہم کیا۔ تنہا ایک شخص یا چند لوگوں کا گروہ پوری انسانیت کی ضروریات اور فطری تقاضوں سے آگاہ نہیں ہو سکتا، اور اس سے اس بات کی بھی اُمید نہیں کی جاسکتی کہ مختلف انسانی طبقات میں تہذیب و تمدن اور رہن سہن کی تقاضے ہیں، وہ ان کی رعایت کرے اور ان کے درمیان عدل اور انصاف سے کام لے سکے گا۔ اسی لیے خدا اور رب ہونے کا تقاضا تھا کہ وہ انسان کو زندگی گزارنے اور جینے اور مرنے کا طریقہ بھی بتائے۔

اسی طریقہ کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں اللہ کے نبی اور رسول آتے رہے، حضرت آدم علیہ السلام جہاں پہلے انسان تھے، وہیں انسانوں کے بیچ خدا کے پہلے نبی بھی تھے، یہ سلسلہ آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے جو قانون بھیجا جاتا رہا اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ انسان کا ابتدائی دور چوں کہ علمی اور تمدنی ناپختگی کا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ اسی زمانے کے احوال کے لحاظ سے احکام دیتے رہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ جس عہد میں تشریف لائے، جب انسان اپنے تہذیبی، تمدنی اور علمی کمال و پختگی کے مرحلہ میں قدم رکھ چکا تھا اس لیے آپ کو وہ احکام دیے گئے، جو قیامت تک باقی رہیں گے۔ جیسے ایک انسان کے جوان ہونے تک جسم میں بڑھوتری جاری رہتی ہے اور ہر ایک سال ڈیڑھ سال پر اس کے کپڑے تنگ ہونے لگتے ہیں، لیکن جب آدمی پوری طرح جوان ہو جائے تو اب جسم کی افزائش تھم جاتی ہے اور اس وقت وہ جو کپڑے سلوائے آئندہ چھوٹے نہیں پڑتے۔

ماہنامہ الرشید لکھنؤ

اسی طرح شریعت محمدی ﷺ اس وقت دنیا میں آئی جب انسان کی صلاحیت اپنے آخری مرحلہ پر آگئی اسی لیے یہ شریعت ہمیشہ کے لیے ہے اور کبھی انسان اس میں تنگ دامانی کا احساس نہیں کرے گا۔ قرآن کی زبان میں اس کا نام "اکمال دین" اور اتمام نعمت ہے۔ (المائدۃ:۳)

اسلامی قانون کا اصل موضوع انسانی فطرت ہے نہ کہ اسباب و وسائل۔ وہ انسان کی فطری خواہشات اور جذبات کو کنٹرول کرتا ہے اور اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ طاقت کا استعمال ظلم کو دور کرنے کے لیے کرو نہ کہ خود ظلم کرنے کے لیے۔ وہ کہتا ہے کہ دولت غریبوں کے گھر چراغ روشن کرنے پر صرف کرو، نہ کہ اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی ذہنی اور فکری قوت انسان کی فلاح و بہود کے لیے خرچ کرے، نہ کہ انسان کے لیے ہلاکت خیز وسائل کی ایجاد میں۔ وہ چاہتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کا استعمال سچی حقیقتوں کے اظہار اور سچائی کی مدد کے لیے ہو، نہ کہ جھوٹے پروپیگنڈے اور سچائی کو دبانے کے لیے۔ اس لیے جوں جوں وسائل و اسباب کی دُنیا میں ترقی ہوتی جائے گی اسلامی قانون کی اہمیت اور ضرورت بھی اسی نسبت سے بڑھتی جائے گی۔

یہی وجہ کہ آج دنیا کا کوئی قانون نہیں جس نے اسلام سے خوشہ چینی نہ کی ہو، خاص کر سماجی قانون میں تو اسلامی قانون سے اتنا فائدہ اُٹھایا گیا ہے کہ اس کا شمار نہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں کہیں اور جس قدر اسلامی شریعت سے اعراض اور گریز کا راستہ اختیار کیا گیا وہاں اسی قدر لوگ مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔

اس لیے اسلامی شریعت کا نفاذ ایک رحمت ہے، نہ کہ زحمت اس سے نہ کسی کو خطرہ ہے اور نہ اس پر دنیا کو اندیشہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت۔ اسلام سراپا رحمت اور امن و سلامتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے بھی مسلم ممالک کی غیر مسلم اقلیتوں کے لیے بھی اور ان کے پڑوسیوں کے لیے بھی۔ خدا کرے کہ کچھ مسلم ممالک اس بات کے لیے تیار ہوں کہ وہ اپنی زمین پر صرف خدا کی رضا کے لیے قانون شریعت کو اس کی تمام وسعتوں کے ساتھ مصلحت اور حکمت کی رعایت کرتے ہوئے نافذ کریں۔ اگر واقعی انہوں نے ایسا کیا تو یہ ایک ایسا تجربہ ہوگا جس سے دنیا سبق لے گی اور بہت سی زبانیں جو محض عناد اور حسد سے کھلتی ہیں، گنگ ہو جائیں گی!

شریعت اسلامی میں زندگی کے تمام مسائل و مشکلات کے حل کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی قانون سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین یارب العالمین)

وقف کے خلاف الزامات وجوابات

مولانا نیاز احمد فاروقی ایڈوکیٹ سپریم کورٹ وسکریٹری جمعیۃ علماء ہند

پہلا الزام

ملک بھر میں وقف بورڈوں نے بڑی مقدار میں سرکاری زمینوں پر قبضہ کرکے انہیں وقف قرار دے دیا ہے۔ وقف بورڈ بھارت میں تیسرا سب سے بڑا زمینوں کا مالک ہے۔ پہلے اور دوسرے نمبر پر ریلوے اور ڈیفینس ہیں۔

جواب: یہ الزام بے بنیاد ہے۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق، بھارت میں تمام وقف جائیدادوں کا مجموعی رقبہ ۶ لاکھ ایکڑ ہے۔ اس کا موازنہ اگر ہندو انڈومینٹ سے کیا جائے تو تمل ناڈو میں ۴،۷۸،۰۰۰ ایکڑ اور آندھرا پردیش میں ۴،۶۸،۰۰۰ ایکڑ زمین ہندو انڈومینٹ کے پاس ہیں۔ صرف ان دونوں ریاستوں کو ملا کر ۹،۴۰،۰۰۰ ایکڑ زمین ہندو انڈومینٹ کے پاس ہے۔ جب کہ پورے بھارت میں وقف جائیدادوں کا مجموعی رقبہ چھ لاکھ ایکڑ ہے۔

زمین کو وقف قرار دینا کوئی خفیہ عمل نہیں ہے۔ اس کا پورا پروسیجر وقف ایکٹ میں مذکور ہے۔ وقف صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنی جائیداد کا مالک ہو اور اسے اپنی ملکیت کے دستاویزات وقف بورڈ میں جمع کروانے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عوام کو اعتراضات داخل کرنے کے لیے نوٹس جاری کیا جاتا ہے۔ حکومت ایک سروے کمشنر مقرر کرتی ہے جو زمینوں کی جانچ کرتا ہے اور ان کی وقف کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ اعلان ریاستی گزٹ میں شائع کیا جاتا ہے، اور کوئی بھی شخص اس نوٹیفیکیشن کو ایک سال کے اندر وقف ٹریبونل میں چیلنج کر سکتا ہے۔

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

دوسرا الزام

سروے کمشنر حکومت سے وقف املاک کے سروے کے لیے تنخواہ لیتا ہے؛ جبکہ ہندو فلاحی املاک کے لیے ایسی سہولت نہیں ہے، آئین کے آرٹیکل ۲۷ کے تحت عوامی فنڈز کا مذہبی مقاصد کے لیے استعمال ممنوع ہے، اس لیے سروے کمشنر کا وقف سروے کے لیے سرکار سے تنخواہ لینا غیر آئینی ہے۔

جواب: سروے کمشنر کی تقرری مذہبی مقاصد کے لیے نہیں ہے۔ اس کی ذمہ داری مفاد عامہ کے لیے ہے۔ وقف جائیداد قانون کے مطابق صحیح ہے یا نہیں، اس کی انکوائری پہلے دو سطحوں پر ہوتی تھی، اب تین سطحوں پر ہوگی۔ اسی کی بنا پر ریونیو ریکارڈ میں اندراج ہوتا ہے۔ جب کہ ہندو انڈومینٹ کے لیے اتنی انکوائری اور جانچ کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اسسٹنٹ کمشنر کے آرڈر سے انڈومینٹ درج کر لیا جاتا ہے۔

تیسرا الزام

تیسرا الزام وقف ٹریبونل کے بارے میں لگایا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے لیے ایسا کوئی ٹریبونل موجود نہیں ہے۔ یہ عام تاثر ہے کہ ٹریبونلز وقف بورڈ کے حق میں جانبدار ہیں۔

جواب: وقف ٹریبونلز باقاعدہ سول عدالتیں ہیں جن کا افسر اعلی ڈسٹرکٹ جج ہوتا ہے، جو وقف کے تنازعات کے بارے میں فیصلے کرتا ہے، اور یہی طریقہ سول عدالتوں میں بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر یہ الزام مان لیا جائے تو تمام سول عدالتیں اس سے مبرا نہیں ہو سکتیں۔

چوتھا الزام

وقف ٹریبونل کا قیام قانونی یا آئینی نہیں ہے کیونکہ یہ بھارت کے آئین کی شق ۳۲۳ (a) اور (b) کے تحت قائم نہیں کیا گیا ہے۔

جواب: شق ۳۲۳ (a) صرف سروس کے معاملات کے لیے انتظامی ٹریبونلز کے قیام کا حکم دیتی ہے۔ جبکہ دوسرے ٹریبونلز وفاقی اور ریاستی قانون سازی کے اختیارات کے تحت قائم کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، انکم ٹیکس اپیلیٹ ٹریبونل انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ کی شق ۲۵۲ کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح، تلنگانہ میں ہندو انڈوومنٹس ٹریبونل تلنگانہ چیریٹیبل اور ہندو مذہبی اداروں اور انڈوومنٹس ایکٹ ۱۹۸۷ کی شق ۱۶۲ کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح، وقف ٹریبونل وقف ایکٹ ۱۹۹۵ کی شق ۸۳ کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ لہٰذا، وقف ٹریبونل کے قیام میں کوئی غیر قانونی یا قانونی نقص یا غیر معقول بات نہیں ہے۔

پانچواں الزام

وقف ٹریبونل میں ایک ایسا رکن مقرر کیا جاتا ہے جو اسلام کا علم رکھتا ہے، جبکہ ہندو انڈوومنٹ کے معاملات میں ایسا کوئی ہندو نہیں ہوتا جو ہندو شاستروں کا علم رکھتا ہو۔

جواب: دیگر مذہبی اداروں میں بھی ایسی شرطیں پائی جاتی ہیں، مثلاً تلنگانہ ہندو انڈوومنٹس ایکٹ ۱۹۸۷ کے مطابق ایک اضافی کمشنر لازمی طور پر ہندو ہونا چاہیے۔

چھٹا الزام

وقف کا ملازم پبلک سرونٹ ہے جبکہ کوئی ہندو شنکر آچاریہ پبلک سرونٹ نہیں ہوتا۔

جواب: ہندو شنکر آچاریہ یا ایک مسلمان عالم یا امام تب ہی پبلک سرونٹ کہلاتے ہیں جب کہ ہندو انڈومنٹ یا وقف کے ملازم ہوں، اس سلسلے میں دونوں کی حیثیت برابر ہے۔

ساتواں الزام

وقف کی جائیدادیں لمیٹیشن ایکٹ سے محفوظ ہیں، جبکہ ہندو انڈومنٹ کی جائیدادیں لمیٹیشن ایکٹ کے تحت آتی ہیں۔

جواب: اس طرح کا پرویژن دوسرے مذہبی اداروں میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً تمل ناڈو اور تلنگانہ ہندو مذہبی اور خیراتی انڈومنٹس ایکٹ میں بھی اسی طرح کا پرویژن ہے۔

آٹھواں الزام

یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وقف بائی یوزر (وقف بذریعہ استعمال) وقف ایکٹ ۱۹۹۵ کی شق ۳(ر) کے تحت جائیدادوں پر قبضے کا ایک طریقہ ہے۔

جواب: وقف بائی یوزر ان قدیم وقفوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے جو زبانی عطیہ کی بنیاد پر بنائے گئے تھے، اور ان کا کوئی تحریری ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق زبانی عطیہ یا وقف جائز ہے،

ماھنامہ الرشید لکھنؤ

نواں الزام

کسٹوڈین کے قبضے میں جائیدادوں کو وقف بنانا

جواب: کسٹوڈین کے قبضے میں وہ جائیدادیں جو دراصل وقف تھیں اور عارضی طور پر انتظام کے لیے کسٹوڈین کے قبضے میں دی گئی تھیں، سیکشن ۱۰۸ کے تحت صرف ان ہی جائیدادوں کی وقف کی حیثیت لوٹانے کا پرویژن ہے۔ جسے موجودہ ترمیم میں ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دسواں الزام

وقف ایکٹ کو دیگر تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہے۔

جواب: وقف ایکٹ ایک اسپیشل قانون ہے اور مسلمہ قانونی اصول اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق اگر کوئی اسپیشل قانون کسی جنرل قانون سے ٹکراتا ہے تو اس صورت میں اسپیشل قانون کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

یہ صرف وقف ایکٹ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ اصول دیگر اسپیشل ایکٹ پر بھی نافذ ہوتا ہے۔

ماہنامہ

الرشید لکھنؤ

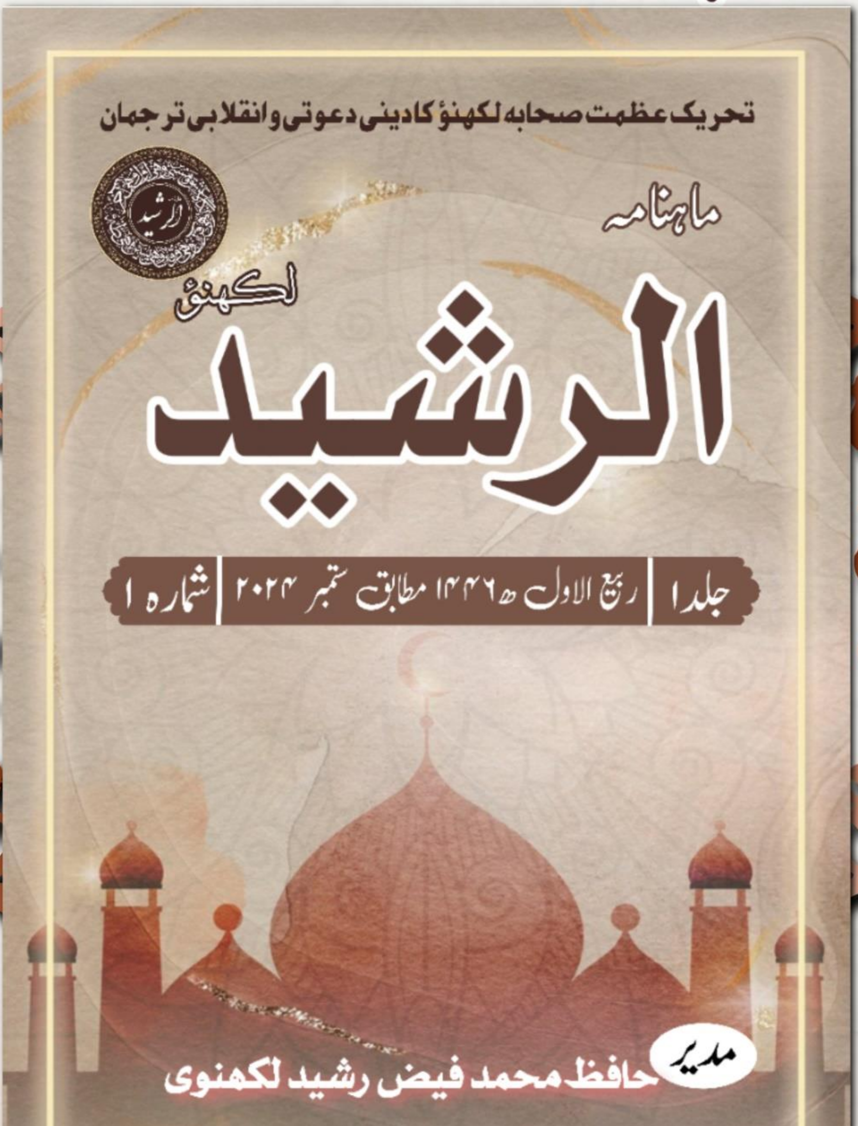

ALMAS BAGH DUBAGGA LUCKNOW 26003 UP INDIA/

E-MAIL. TAHREEKAZMATESAHABALKO@GMAIL.COM

6307156950,8881363463

ناشر
تحریک عظمت صحابہ لکھنؤ